فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے بعد از بعثت عقیقہ کیا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے اپنا عقیقہ کرنا ثابت نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا .

''نبی کریم ﷺ نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبَراني : 994)

روایت ضعیف ہے۔ یہ عبداللہ بن المثنی بن انس کی ''منکر'' روایات میں سے ہے۔

اس کی دوسری سند (مصنف عبدالرزاق: ۷۹۶۰) میں عبداللہ بن محرر سخت ''ضعیف ومتروک'' ہے، نیز قتادہ کی تدلیس بھی ہے۔

تیسری سند (الافراد لابن شاہین: ۳۰) میں عبداللہ بن واقد حرانی ''متروک'' ہے، نیز قتادہ کا عنعنہ ہے، اس میں ایک اور علت بھی ہے۔

❀ اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(زاد المَعاد لابن القیّم : 332/2)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(السّنن الکبریٰ : 300/9)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ نے ''باطل'' کہا ہے۔

(المَجموع : 431/8)

۞ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(مَجموع رسائل الحافظ ابن عبد الهادي، ص101)

۞ علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(النّجم الوهّاج : 527/9)

فائدہ:

۞ سالم افطس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَقَّ عَنْ نَفْسِهٖ بَعْدَمَا كَانَ رَجُلًا .

''سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بڑی عمر میں خود اپنا عقیقہ کیا۔''

(طَبَقات ابن سعد : 261/6، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

۞ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمَيِّتُ يَعْرِفُ مَنْ يُغَسِّلُهٗ، وَيَحْمِلُهٗ، وَيُدَلِّيهِ .

''میت اپنے غسل دینے والے، جنازہ کو کندھا دینے والے اور قبر میں اُتارنے والے کو پہچانتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 3/3)

جواب: سند ضعیف ہے، سعید بن عمرو بن سلیم کا شیخ مبہم و نامعلوم ہے۔

۞ المعجم الاوسط للطبرانی (۷۴۳۸) والی سند بھی ضعیف ہے۔

① عطیہ بن سعد عوفی ''ضعیف'' ہے، نیز مدلس بھی ہے۔

② اسماعیل بن عمرو بجلی ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد: 248/1)

(سوال): یہ بات کہاں تک درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی، تو وہ ہلنے لگی، پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو میخیں بنا کر لگایا، زمین ٹھہر گئی؟

(جواب): یہ بات درست ہے، اس پر دلائل موجود ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ﴾ (النّحل: ١٥)

''اللہ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے، تاکہ زمین تمہیں ہلا نہ سکے۔''

(سوال): وحی کیا ہے؟

(جواب): وحی کی لغوی و شرعی تعریف ملاحظہ ہو؛

وحی کی لغوی تعریف:

اَلْوَحْيُ أَصْلُهُ الْإِعْلَامُ فِي خِفَاءٍ وَّسُرْعَةٍ.

''انتہائی مخفی اور سرعت کے ساتھ خبر دینا۔''

(التّوضیح لابن الملقن: 117/2)

شرعی تعریف:

هِيَ فِي عُرْفِ الشَّرْعِ إِعْلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْبِيَاءَهُ مَا شَاءَ مِنْ أَحْكَامِهِ، فَكُلُّ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابٍ أَوْ رِسَالَةٍ أَوْ إِشَارَةٍ بِشَيْءٍ فَهُوَ وَحْيٌ.

''شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کو اپنے احکام سے آگاہ کرنا۔ لہٰذا جو بھی تحریر، زبانی پیغام یا اشارہ حکم الٰہی پر دلالت کرے، وہ وحی ہے۔''

(التّوضیح لابن الملقن : 117/2)

لفظ وحی کے معانی:

وحی کئی معانی میں مستعمل ہے۔

۱۔ امر ۲۔ الہام ۳۔ تسخیر ۴۔ اشارہ

ہر ایک کی مثال ملاحظہ ہو؛

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ﴾(المائدۃ : ۱۱۱)

''جب میں نے حواریوں کو حکم دیا۔''

② الہام کی مثال:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلٰى أُمِّ مُوسٰى﴾(القصص : ۷)

''ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا۔''

③ تسخیر کی مثال:

﴿وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ﴾(النحل : ٦٨)

''تیرے رب نے شہد کی مکھی کے لیے مسخر کر دیا۔''

④ اشارہ کی مثال:

﴿فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾(مریم : ١١)

''اس (زکریا علیہ السلام) نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں۔''

وحی ارسال:

تمام انبیا پر نازل ہونے والی وحی کو وحی ارسال کہتے ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلٰى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾

(النّساء : ١٦٢)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی، جس طرح نوح اور ان کے بعد والے انبیا پر نازل کی تھی۔''

وحی کی اہمیت:

انسانیت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اس کے لیے کیا ضروری اور بہتر ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے نام پیغام ہے۔ وہ بندوں کی ضرورتوں سے بخوبی واقف ہے، تمام مسائل کا بہتر حل وحی الٰہی میں ہے، کیونکہ انسانوں کا علم ناقص ہے اور اللہ کا علم کامل ہے۔ بالفاظ دیگر وحی اللہ تعالیٰ کا علم ہے، دنیوی اور اُخروی تمام کامیابیوں کا راز وحی الٰہی کی پیروی میں ہے۔

وحی کے مراتب:

① سچے خواب۔ انبیا کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ابتدا میں سچے خواب دیکھتے تھے، جو روشن صبح کی مانند ظاہر ہو جاتے تھے۔

② فرشتے کا دل میں کوئی بات ڈال دینا۔

③ فرشتے کا انسانی شکل میں متشکل ہو کر وحی کرنا۔

④ گھنٹی کی مانند آواز سننا۔ یہ صورت نبی کریم ﷺ پر بہت سخت گزرتی تھی کہ سخت سردی میں بھی آپ ﷺ کو پسینہ پھوٹ آتا تھا۔

⑤ فرشتہ کا اپنی اصلی صورت میں آنا اور وحی پہنچانا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کا براہ راست وحی کرنا۔

⑦ اللہ تعالیٰ فرشتہ کے واسطہ کے بغیر براہ راست نبی سے کلام کرنا۔

(سوال): اسم اعظم کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): صحابہ و تابعین اور بعد والے سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ثابت کیا ہے، کیونکہ اس بارے میں صریح حدیث موجود ہے۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، أَوْ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَقَدْ

سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ، الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعْطٰى، وَإِذَا دُعِيَ بِهٖ أَجَابَ.

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ دعا میں یہ کہہ رہا تھا، اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ جنا گیا ہے، نہ اس کا کوئی ہم سر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے اللہ کے اسم اعظم کی وساطت سے سوال کیا ہے، جس کے ساتھ جب اسے پکارا جائے، تو وہ قبول کرتا ہے اور جب اس کے ذریعے سوال کیا جائے، تو وہ عطا کر دیتا ہے۔''

(مسند أحمد: 350/5، سنن أبي داود: 1493، سنن ابن ماجه: 3857، صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۹۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۰۴) نے اسے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَرَجُلٌ يُصَلِّي، ثُمَّ دَعَا: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيعُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ

بِاسْمِهِ الْعَظِيمِ، الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ، وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى .

''وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے یوں دعا کی: اللہ! میں تجھ سے اس لیے سوال کرتا ہوں کہ ساری تعریف تیرے ہی لیے خاص ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو منان (احسان کرنے والا) ہے، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اے عزت وجلال والے! اے زندہ وقیوم! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ کے اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کیا ہے، کہ اس کے وسیلہ سے جب سوال کیا جائے، تو اللہ عطا کر دیتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا کی جائے، تو اللہ قبول کر لیتا ہے۔''

(مسند أحمد : 153/3، سنن أبي داود : 1495، سنن النّسائي : 813، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۹۳) نے ''صحیح'' کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۰۳/۱) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ ابوعبدالرحمٰن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَعْظَمَ فِي ثَلَاثِ سُوَرٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطٰهٰ .

''اللہ کا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں میں موجود ہے؛ ① سورت بقرہ ② سورت آل عمران ③ سورت طٰہٰ۔''

(فضائل القرآن للفریابي : 48، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا ''سبیل اللہ'' سے مراد صرف قتال ہے؟

جواب: سبیل اللہ کا لفظ ہر خیر کے کام پر بولا جاتا ہے، البتہ قرینہ ہو، تو سبیل اللہ سے

مراد قتال ہوتا ہے، کتاب وسنت کی کئی نصوص اس پر دلیل ہیں۔

(سوال): جس مسجد میں قبر ہو، کیا اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

(جواب): اگر مسجد میں نمازی کے سامنے قبر ہے، تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر دائیں بائیں، پیچھے یا پس پردہ ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

(سوال): کیا تلاوت کرنے والے شخص کو سلام کہا جا سکتا ہے؟

(جواب): ذکر یا تلاوت میں مشغول شخص کو بھی سلام کہا جا سکتا ہے، اسے چاہیے کہ پہلے سلام کا جواب دے، اس کے بعد ذکر یا تلاوت شروع کر دے۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا فِي الْمَسْجِدِ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ .

''ہم مسجد میں بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہمیں سلام کہا، ہم نے سلام کا جواب لوٹایا۔''

(مسند الإمام أحمد : 150/4، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى السَّلَامِ عَلَى الْقَارِئِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والے کو سلام کہا جا سکتا ہے۔''

(فضائل القرآن، ص 184)

(سوال): کیا مؤذن دوران اذان سلام کا جواب دے سکتا ہے؟

(جواب): مؤذن کو دوران اذان سلام کہا بھی جا سکتا ہے اور وہ سلام کا جواب بھی

دے سکتا ہے۔

(سوال): کھانا کھانے والے پر سلام کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کھانا کھانے والے کو سلام کہا جا سکتا ہے، وہ بھی جواب دے گا۔

(سوال): کیا یہ بات ثابت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں آدم کا بیٹا ہوتا، تو دودھ کو غذا بناتا۔''؟

(جواب): یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔

(سوال): کیا موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

(صحيح مسلم : 172)

یہ برزخی معاملہ ہے، جس کا ادراک دنیا میں ممکن نہیں۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

مَنْ صَلّٰى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلّٰى خَلْفَ نَبِيٍّ .

''فرمانِ نبوی ہے: جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے گویا نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

(الهِداية للمَرغيناني :57/1)

(جواب): یہ حدیث بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

غَرِيْبٌ . ''یہ روایت غریب (بے اصل) ہے۔''

(نصب الرّاية : 26/2)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَيْسَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔''

(البِناية : 331/2)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

''میں ان الفاظ میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہو سکا۔''

(المَقاصد الحَسنة، ص 486)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(الأسرار المَرفوعة : 499، المَصنوع : 344)

سوال: کیا قضائے عمری کے متعلق کوئی حدیث ثابت ہے؟

جواب: قضائے عمری کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں، جو بیان کی جاتی ہے، وہ من گھڑت ہے، نیز قضائے عمری بدعت ہے۔

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

حَدِيثُ مَنْ قَضٰى صَلَاةً مِّنَ الْفَرَائِضِ فِي آخِرِ جُمُعَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ كَانَ ذٰلِكَ جَابِرًا لِّكُلِّ صَلَاةٍ فَائِتَةٍ فِي عُمُرِهٖ إِلٰى

سَبْعِينَ سَنَةً، بَاطِلٌ قَطْعًا لِّأَنَّهٗ مُنَاقِضٌ لِّلْإِجْمَاعِ عَلٰى أَنَّ شَيْئًا مِّنَ الْعِبَادَاتِ لَا يَقُومُ مَقَامَ فَائِتَةِ سَنَوَاتٍ ثُمَّ لَا عِبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَلَا بِبَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ فَإِنَّهُمْ لَيْسُوا مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَلَا أَسْنَدُوا الْحَدِيثَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنَ الْمُخَرِّجِينَ .

''حدیث 'جس نے رمضان کے آخری جمعہ کو قضا نماز پڑھی، یہ اس کی عمر کے ستر برس تک فوت ہونے والی تمام نمازوں کا کفارہ ہوگی۔' قطعی باطل ہے، کیوں کہ اجماع سے ثابت ہے کہ فوت شدہ عبادات کی کمی پوری نہیں ہوسکتی اور یہ اس اجماع کے مخالف ہے، دوسرے یہ کہ صاحب ہدایہ اور شارحین ہدایہ کی نقل غیر معتبر ہے، یہ لوگ نہ تو خود محدث تھے، نہ انہوں نے روایت کی نسبت کسی محدث کی طرف کی ہے۔''

(الأسرار المرفوعة، ص 356)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا مَوْضُوعٌ لَّا إِشْكَالَ فِيهِ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْكُتُبِ الَّتِي جَمَعَ مُصَنِّفُوهَا فِيهَا الْأَحَادِيثَ الْمَوْضُوعَةَ وَلٰكِنَّهٗ اشْتَهَرَ عِنْدَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُتَفَقِّهَةِ بِمَدِينَةِ صَنْعَاءَ فِي عَصْرِنَا هٰذَا وَصَارَ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي مَنْ وَّضَعَهٗ لَهُمْ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الْكَذَّابِينَ .

''اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی دوسری رائے ہی نہیں۔ یہ تو موضوعات

پر لکھی کتابوں میں بھی نہیں پائی جاتی، اس دور میں فقیہان صنعاء کے ہاں مشہور ہو چکی ہے۔ وہ کثیر تعداد میں اس پر عامل ہیں، میں نہیں جانتا اسے کس نے گھڑا؟ بہر کیف اللہ جھوٹوں کو برباد کرے۔''

(الفوائد المجموعة، ص 54، ح : 115)

جس کی نمازیں رہ گئیں، اس پر توبہ ہے، توبہ کے بعد سابقہ نمازوں کو دہرانا گناہ ہے، کیونکہ شریعت میں اس کی اجازت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سوال: ایک شخص تائب ہوا، تو اس کی گردن سے شرکیہ تعویذ اُتارے، اب ان تعویذات کا کیا کیا جائے؟

جواب: انہیں پھینک دیا جائے۔

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سیاہ رنگ سے جنت کی حوروں کے جسم کو گودا جائے گا؟

جواب: یہ جھوٹ اور بے حقیقت بات ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ''الستار'' ہے؟

جواب: کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ستر'' ثابت ہے، کما یلیق بہ۔

تنبیہ:

اسمائے حسنیٰ میں ''الستیر'' بھی ثابت نہیں، اس بارے میں ابوداود (۴۰۱۲) والی حدیث ضعیف و منکر ہے، ائمہ علل حدیث نے اسے منکر و غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ''ستار و ستیر'' ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں سوال و جواب کے وقت نبی کریم ﷺ وہاں موجود ہوتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ قبر میں میت کے پاس حاضر نہیں ہوتے، اس معنی پر دلالت کرنے والی کوئی صحیح حدیث ذخیرہ حدیث میں موجود نہیں، صحیح تو کیا ضعیف بھی نہیں ہے۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا، لہٰذا یہ بدعی نظریہ ہے۔

قبر میں میت سے تین سوالات پوچھے جاتے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ ......؟

''اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال تھا؟''

(صحيح البخاري : 1374)

یہاں سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ لفظ ''ہذا'' اشارہ قریب کے لیے آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبر میں ہر میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ استدلال واضح خطا ہے، لغت عرب میں بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں، جہاں ''ہذا'' اشارہ بعید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی، تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا:

اِرْكَبْ إِلٰى هٰذَا الْوَادِي فَاعْلَمْ لِي عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ .

''آپ مکہ جا کر اس شخص کا حال معلوم کریں، جو نبی ہونے کا دعویدار ہے۔''

(صحيح البخاري :3861، صحيح مسلم : 2474)

اس حدیث میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ کو هٰذَا الْوَادِي اور نبی اکرم ﷺ کو هٰذَا

الرَّجُلُ کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کر رہے ہیں، قبیلہ غفار اور مکہ میں اتنا فرق تو ہے کہ اسے قریب نہیں کہا جا سکتا! کہیں یوں تو نہیں مکہ خود سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا؟ یا ایسا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حاضر و ناظر تھے، لیکن وہ خبر لینے اپنے بھائی کو مکہ بھیج رہے تھے؟

② سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ : مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ : يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهٗ، أُوْحِيَ إِلَيْهِ، أَوْ : أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا .

''ہم ایک شاہراہ اور چشمے کے پاس رہائش پذیر تھے، ہمارے پاس سے قافلے گزرتے، ہم ان سے لوگوں کے احوال دریافت کرتے اور پوچھتے، وہ آدمی کیسا ہے؟ لوگ جواب دیتے کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھیجا ہے، اس کی طرف یہ وحی کی ہے۔''

(صحيح البخاري : 4302)

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ قافلوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق هٰذَا الرَّجُلُ کے الفاظ استعمال کر کے پوچھتے تھے، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر تھے؟

③ ہرقل نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور کفارِ قریش سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا:

أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِى يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ؟ ...... إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ .

''اس داعی نبوت کا نسبی رشتہ دار کون ہے؟۔۔۔میں اس آدمی کے متعلق سوال جواب کرنا چاہتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 7، صحيح مسلم : 1773)

ذخیرہ حدیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں، قبر میں سوال کے وقت ''ہذا'' بعید ہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، خود نبی ﷺ حاضر نہیں ہوتے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

❁ **میت سے پوچھا جاتا ہے:**

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَيَقُولُ : أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ .

''اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا تھا؟ مؤمن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1374)

اس حدیث میں هٰذَا الرَّجُلِ کی وضاحت محمد ﷺ کہہ کر کی گئی ہے، اگر آپ ﷺ وہاں حاضر ہوتے ہیں، تو پھر اس وضاحت کی کیا ضرورت؟

❁ **سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:**

يُقَالُ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَصَدَّقْنَاهُ .

''قبر میں کہا جائے گا: وہ شخص کون تھا، جو تم میں مبعوث ہوا؟ مؤمن کہے گا: وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے، جو ہمارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے واضح

آیات لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی تصدیق کی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 140/6، وسندهٗ صحيحٌ)

''ہٰذا'' حقیقت میں حاضر قریب کے لیے آتا ہے، مجازاً غیر حاضر کے لیے مستعمل ہو، تو قرینہ ضروری ہے، تو اس حدیث میں واضح اور صریح قرینہ موجود ہے کہ نبی ﷺ کے متعلق قبر میں میت سے صرف پوچھا جاتا ہے، آپ قبر میں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

❁ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت سے کہا جاتا ہے:

مَاذَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

قَالَ : مَنْ؟ .

''اس شخص، یعنی نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟، کافر و فاسق کہتا ہے: کون؟'' (مسند الإمام أحمد : 352/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسی روایت کے الفاظ ہیں کہ میت سے کہا جاتا ہے:

مَاذَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ : أَيُّ رَجُلٍ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ .

''اس شخص کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا تھا؟ وہ کہتا ہے: کون شخص؟ فرشتہ کہتا ہے : محمد (ﷺ)۔''

(مسند الإمام أحمد : 353/6، المعجم الكبير للطّبراني : 125/24، وسندهٗ صحيحٌ)

ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ قبر میں سوال کے وقت حاضر نہیں ہوتے ہیں، ورنہ مَنْ اور أَيُّ رَجُلٍ کا کیا معنی؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت سے

کہاجاتاہے:

أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ مَاذَا تَقُولُ فِيهِ؟ وَمَاذَا تَشَهَّدُ بِهِ عَلَيْهِ؟ فَيَقُولُ : أَيُّ رَجُلٍ؟ فَيُقَالُ : الَّذِي كَانَ فِيكُمْ، فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهِ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ : مُحَمَّدٌ ....

''اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جو آپ میں مبعوث ہوا تھا؟، اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اور کیا گواہی دیتے ہو؟، وہ کہے گا: کون؟ اس سے کہا جائے گا، وہ جو آپ میں مبعوث ہوا تھا، وہ ان کا نام نہیں جان پائے گا، حتی کہ اسے کہا جائے گا: محمد (ﷺ)......۔''

(صحيح ابن حبان : 3113، الأوسط للطّبراني : 2630، المستدرك للحاكم : 379/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (3113) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (380/1) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

''اس کی سند حسن ہے۔'' (مَجمع الزّوائد : 3/51-52)

اس حدیث نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق قبر میں صرف پوچھا جاتا ہے، آپ ﷺ قبر میں موجود نہیں ہوتے۔

❁ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ هٰذَا الرَّجُلُ کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

عَبَّرَ بِذٰلِكَ امْتِحَانًا لِئَلَّا يَتَلَقَّنَ تَعْظِيمَهٗ عَنْ عِبَارَةِ الْقَائِلِ،

قِيلَ يُكْشَفُ لِلْمَيِّتِ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ بُشْرٰى عَظِيمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِ إِنْ صَحَّ ذٰلِكَ، وَلَا نَعْلَمُ حَدِيثًا صَحِيحًا مَرْوِيًّا فِي ذٰلِكَ وَالْقَائِلُ بِهٖ إِنَّمَا اسْتَنَدَ لِمُجَرَّدِ أَنَّ الْإِشَارَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا لِلْحَاضِرِ، لٰكِنْ يَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ الْإِشَارَةُ لِمَا فِي الذِّهْنِ فَيَكُونُ مَجَازًا.

''نبی اکرم ﷺ کو هٰذَا الرَّجُلُ سے میت کے امتحان کے لیے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ فرشتے کے کہنے سے وہ آپ ﷺ کی تعظیم سمجھ نہ پائے۔ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہو، تو مؤمن کے لیے بہت بڑی بشارت ہے، لیکن ہم اس بارے میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں جانتے۔ان کا استدلال صرف اسم اشارہ سے ہے کہ ہٰذا حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔حالانکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اشارہ اس چیز کی طرف ہو جو ذہن میں موجود ہے، چنانچہ اسے مجاز کہیں گے۔''

(تُحفة الأحوذي للمباركفوري : 155/4)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱) لکھتے ہیں:

سُئِلَ هَلْ يُكْشَفُ لَهٗ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَابَ أَنَّهٗ لَمْ يَرِدْ حَدِيْثٌ وَإِنَّمَا إِدَّعَاهُ بَعْضُ مَنْ لَّا يُحْتَجُّ بِهٖ بِغَيْرِ مُسْتَنَدٍ سِوٰى قَوْلِهٖ : فِي هٰذَا الرَّجُلِ، وَلَا حُجَّةَ فِيهِ، لِأَنَّ الْإِشَارَةَ إِلَى الْحَاضِرِ فِي الذِّهْنِ.

''ابن حجر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی، بلکہ یہ چند نا قابل اعتبار لوگوں کا بے دلیل دعویٰ ہے، ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ حدیث میں ''ہذا الرجل'' آیا ہے، لیکن یہ دلیل نہیں، کیونکہ یہاں اشارہ اس چیز کی طرف ہے، جو ذہن میں حاضر ہے۔''

(شرح الصّدور، ص 60)

ثابت ہوا کہ هٰذَا الرَّجُلُ سے یہ استدلال پکڑنا کہ میت کو قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی جاتی ہے، صریح خطا ہے۔

بعض کی خطا:

مولانا زکریا دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''مرنے کے بعد قبر میں سب سے پہلے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی۔''

(داڑھی کا وجوب، ص9)

مولانا یعقوب نانوتوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''بجائے ہمارے جنازے پر تشریف لانے کے حضور قبر میں ہی تشریف لائیں گے۔'' (قصص الاکابر از اشرف علی تھانوی، ص188)

❁ مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے بہرحال ان کا رد کیا ہے:

يَكْفِي الْعَهْدُ فَقَطْ وَلَا دَلِيْلَ عَلَى الْمُشَاهِدَةِ .

''یہاں عہد ذہنی کا معنی ہی کافی ہے، مشاہدہ پر کوئی دلیل نہیں۔''

(العَرف الشّذي : 450/2)

بقولِ شاہ صاحب، زکریا صاحب اور نانوتوی صاحب کی بات بے دلیل ہے۔

مَنْ فَارَقَ الدَّلِيْلَ، فَقَدْ ضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلَ!

جو دلیل سے تہی دامن ہوتا ہے، صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ هٰذَا الرَّجُلُ کے تحت لکھتے ہیں:

أَيِ الرَّجُلُ الْمَشْهُوْرُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ الْحُضُوْرُ، وَتَرْكُ مَا يُشْعِرُ بِالتَّعْظِيْمِ لِئَلَّا يَصِيْرَ تَلْقِيْنًا، وَهُوَ لَا يُنَاسِبُ مَوْضِعِ الْاِخْتِبَارِ.

”یعنی وہ آدمی جو آپ کے ہاں مشہور تھا، اس سے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں) حاضر ہونا لازم نہیں آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لینا اس لیے ہے کہ تعظیم ظاہر نہ ہو اور یہ تلقین نہ بن جائے، امتحان کے مناسب یہی بات ہے۔“

(حاشية السّندي على سنن ابن ماجه، تحت الحديث : 4258، حاشية السّندي على النّسائي : 97/4، تحت الحديث : 2052)

فائدہ جلیلہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غیر حاضر پایا تو اس کے بارے میں پوچھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، وہ فوت ہوگئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ : فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهٗ فَقَالَ : دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهَا فَدَلُّوهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا.

’’آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ گویا انہوں نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اس کی قبر کی رہنمائی کریں، صحابہ نے اس کی قبر پر رہنمائی کی، تو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔‘‘

(صحيح البخاري : 1337، صحيح مسلم : 956، واللّفظ لهٗ)

اگر نبی اکرم ﷺ ہر میت کی قبر میں بوقت سوال حاضر ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ کو اس عورت کے فوت ہونے کی اطلاع کیوں نہ تھی؟

الحاصل:

نبی اکرم ﷺ وقتِ سوال قبر میں حاضر نہیں ہوتے۔